AL-AHQAQ Recognized by HEC in Y-Category
https://ahqaq.com/index.php/Journal/issue/view/5 ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.3, Issue.1 (2025) PRINT - ISSN- 3006-5941

اسلام اور تکثیری معاشرہ: ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی کی آراء کا جائزہ

Islam and Pluralist Society: A Review of the Views of Dr. Muhammad Yasin Mazhar Siddiqui

Rana Muhammad Idrees
Research Scholar Ph.D, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore, Email. ma.mubarak29@gmail.com
Dr. Muhammad Waris Ali
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore Email. mwarisali@lgu.edu.pk

Abstract

This article seeks to provide a descriptive and analytical perspective about Dr. Muhammad Yasin Mazhar Siddiqui's views of Islamic perspective regarding pluralist society. Dr. Yaseen Mazhar Siddiqui's work explores the intersection of Islam and plural societies, emphasizing the importance of Muslims in diverse societies demonstrating their commitment to serving all people, regardless of background. Dr. Muhammad Yasin Mazhar Siddiqui is of the opinion that Islam was presented as a ruling religion and dominant way of life based on historical developments and revolutions since the beginning of Islam. Muslim intellectuals, during their prime-days on the global stage, formulated and organized jurisprudential rulings for the Muslim minority in a sovereign manner, due to which the Muslim minority in a pluralistic society did not have a clear plan of action and practical manifesto according to which they could live a religious and social life. In the case of a pluralistic society, Islam believes in and even admires Salad Bowl Pluralism. Islam wants this diversity to remain in society. In Islam, when it comes to religions, followers of every religion have the freedom to maintain their distinct religious identity. Peaceful dialogues are underway with the followers of different religions. People should be encouraged to seek the truth with their own willingness and happiness, without any coercion or compulsion. What is missed by Dr. Siddiqui in his writings is two different states of the sovereign power of Islam. In a society where the people of Islam do not have the sovereign power, they are commanded to strive for this power and to be prepared to achieve it. When this the sovereign power is achieved, then through it, they should establish the supreme sovereignty of Allah the Almighty on that part of the society.

Keywords:

Islam, Pluralist Society, jurisprudential rulings, minority, sovereignty

تعارف موضوع

معاشرہ،انسانی زندگی کے تمام شعبہ ہائے جات پر اثرانداز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مصلحین مذاہب نے اپنی تمام ترکاوشوں کا مرکز و محور معاشرہ کو ہی بنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی بحیثیت مصلح، عرب معاشرہ کی فکری، اعتقادی اور عملی اصلاح کو اپنی دعوت و تبلیغ کا مرکز بناتے ہوئے اسے ایک ماڈل معاشرہ کے طور پر پیش کیا۔ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے معاشرت نبوی ﷺ کو اپنی نگارشات سیرت کا خاص موضوع بنایا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آج کے دور میں نبوی معاشرت و معیشت کو عملی شکل میں دیکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔اس سلسلے میں اسلامی تاریخ اور سیرت رسول اکرم ﷺ کو اکثر زمانی اور مکانی کے لحاظ سے مکی اور مدنی ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔اور عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مکی دور کا تعلق اسلامی عقیدہ اور احکام و ہدایات سے ہے، جبکہ مدنی دور میں معاشرتی، تجارتی، معاشی اور سیاسی احکام نازل ہوئے۔ یہ تصور نہ صرف عام افراد میں بلکہ خاص اور اعلی تعلیم یافتہ حضرات میں بھی محسوس کیا گیا ہے اور سمجھا جانے لگا ہے کہ مکی زندگی صرف عبادت، تزکیہ نفس اور تعمیر شخصیت و کردار کا نام ہے۔جب کہ مدنی زندگی میں سماجی، سیاسی اور معاشرتی ہدایات آئی ہیں اور حدود و تعزیراتی دفعات کے بارے میں یہ خیال کیا گیا ہے کہ ان سب کے احکام اور ان کا نفاذ مدنی دور میں ہی ہوا ہے۔

مقاصد تحقیق

اس مقالہ تحقیق میں ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقیؒ کی ان آراء کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے جو کہ تکثیری معاشرہ میں مسلمانوں کے لائحہ عمل کو واضح کرتی ہیں جیسا کہ تکثیری معاشرے میں مسلمان کا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے ؟، تکثیری معاشرے میں مسلمان آبادی اکثریت میں بھی ہو سکتی ہے اور اقلیت میں بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن فقہ اسلامی سے دونوں صورتوں میں کیا راہنمائی ملتی ہے۔ اسلام کے فقہی ادب میں اس حوالے سے مسلمان فقہاء سے جو تقصیر ہوئی، ان کی نشاندہی کیسے کی گئی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ کہ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کی آراء کس حد تک حقائق پر مشتمل ہیں۔

منہج تحقیق

اس مقالہ میں اولاً ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقیؒ کا موقف پیش کیا گیا ہے، اسکے بعد ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقیؒ کے دلائل کو ذکر کیا گیا ہے۔اس کے بعد تاریخی و فقہی حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقیؒ کی آراء کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

مصنف کا تعارف

پروفیسر ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی معاصر عہد کے برصغیر پاک و ہند کے معروف اسلامی محقق ہیں۔ آپ کی پیدائش 26 دسمبر 1944ء کی ہے اور وفات 26 محرم الحرام 1442ھ بمطابق 15 ستمبر 2020ء کو ہوئی۔ آپ نے بیسویں صدی کے قدیم وجدید علمی مراکز دارالعلوم ندوۃ العلماء، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ان اداروں نے ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں اہم کردار ادا کیا اور البتہ ان کے فکر و نظر اور خوابیدہ صلاحیتوں کو جلابخشنے میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا کردار بہت اہم اور نمایاں ہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ آپ نے دیگر اداروں کی بہ نسبت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو ترجیح اور فوقیت دی اور اپنی ساری زندگی اپنی اس مادر علمی کے نام کر دی اور اس کے زیر سایہ قرآنیات، حدیث، سیرت نبوی ﷺ اور تاریخ اسلامی جیسے فنون میں گراں قدر علمی خدمات سرانجام دیں۔اور اپنے پیچھے ایک معتدبہ

علمی ذخیرہ چھوڑ کر گئے جو یقیناً آپ کے بلندی درجات کا ذریعہ ہے۔[i]

تکثیری معاشرہ اور اسلام: ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کی رائے

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کی رائے ہے کہ مسلمان اہل علم نے ہمیشہ اسلام کو حاکم مذہب کے طور پر پیش کیا ہے، جس کے نتیجہ میں اسلامی ریاست کا قیام اور اقتدار کا حصول بنیادی ہدف بن گیا ہے۔ چنانچہ آپ اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

> "ہمارے علماء نے اسلام کو گزشتہ صدیوں میں ایک حاکم مذہب بنا کر پیش کیا۔ اس کی فقہ، اسلام کے صرف نظام حاکمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ اس کی عام دینی تعلیمات کے بارے میں یہ تصورِ عمل بنا کہ وہ حکمرانی کی فضا میں بار آور ہوتی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلامی ریاست کا قیام اور اقتدار کا حصول ایک بنیادی عنصر بن گیا۔ اس حد تک تو بات ٹھیک تھی کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو غالبیت حاصل کرنے پر ابھارتا ہے اور مغلوبیت و محکومیت کو مجبوری میں برداشت کرتا ہے۔ لیکن اسلام کی ہر آن و ہر حال میں غالبیت و حاکمیت کے تصور نے بڑی خرابی برپا کی۔ علماء و فقہاء اور اہل رائے کے علاوہ یہ فکر و تصور عوام الناس کے دلوں اور دماغوں میں اس طرح راسخ ہو گیا کہ حکمرانی مسلمانوں کی سائیکی بن کر رہ گئی۔ اتفاق سے تاریخی ارتقاءات اور انقلابات نے بھی اسلام کو ایک حکمران مذہب اور غالب نظام حیات بنا کر پیش کیا۔ اس دور عروج و زمانہ حکمرانی میں اسلام کے تمام علوم و فنون کی نشو و نما، ترقی اور تدوین ہوئی۔ ان میں احکام و مسائل سے جو بحث کی گئی وہ سب کے سب مسلمانوں کے حکمراں و غالب نظام فکر کے تناظر میں کی گئی"۔[ii]

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی صاحب کی مذکورہ بالا رائے سے یہ نکات سامنے آتے ہیں:

- مسلمان اہل علم نے اسلام کو گزشتہ صدیوں میں ایک حاکم مذہب بنا کر پیش کیا۔
- اسلام کی فقہی ہدایات، نظام حاکمیت کو اجاگر کرتی ہے۔
- اسلام کی فقہی آبیاری حکمراں و غالب نظام فکر کے تناظر میں کی گئی۔
- اسلام کی عام دینی تعلیمات، حکمرانی کی فضا میں ہی باثر ہوتی ہیں۔

مسلمان بحیثیت اقلیت، فقہی ادب کی تدوین اور کوتاہی:

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کے مطابق اسلامی تاریخ سے یہ واضح ہے کہ عالمی سطح پر اپنے عروج کے زمانے میں مسلمان اہل دانش نے مسلمان اقلیت کے لئے فقہی احکام کی تدوین و ترتیب پر کچھ خاص توجہ نہ دی اور حاکمانہ طرز پر ہی فقہ مدون کی گئی، جس کے باعث تکثیری معاشرے میں مسلمان اقلیت کے پاس کوئی واضح لائحہ عمل اور عملی منشور نہ تھا کہ جس کے مطابق وہ ایک مذہبی سماجی زندگی بسر کر سکے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں:

> "اس دور مغلوبیت میں اسلامی علوم و فنون کے ذخیرہ میں برابر اضافے ہوتے رہے اور ان میں سے بہت سے عظیم الشان اور بے مثال بھی ہیں۔ تفسیر و حدیث ہو یا فقہ و تفقہ، تاریخ و سیرت ہو یا کلام و فلسفہ یا دوسرے سماجی اور سائنسی علوم و فنون سب مالا مال ہوئے لیکن ان سب کی بنیاد قدیم علوم و فنون کے اساطین پر استوار تھی۔ قرون حاکمیت میں

جو نہج، بنیاد، طریقہ اور فکری و تحریری انداز استوار ہو گیا تھا اسی پر بعد کی تمام کتابیں لکھی جاتی رہیں حتی کہ فقہ اور تاریخ میں بھی اسلامی ریاست کے انداز حکمرانی کی حاکمیت قائم رہی اور کسی کو بھی فقہ اقلیت مرتب کرنے کی توفیق ہوئی اور نہ تاریخ مغلوبیت رقم کرنے کی ہمت پڑی۔"[iii]

مسلمان اہل علم نے سابقہ ادوار میں مسلمان اقلیت کے لئے اسلامی فقہ کی تدوین اس انداز سے نہیں کی جس طرح کہ مسلمان اقلیت کے لئے قلمبند کرنا ضروری تھی، بلکہ اس تدوین میں بھی حاکمانہ اسلوب کی جھلک ہے۔

اسباب عروج وزوال اور اہل علم کی غفلت

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کی رائے ہے کہ مسلمانوں نے اپنی عہد حاکمیت کی تاریخ تو رقم کی لیکن دورِ محکومیت و مغلوبیت کو تصنیف نہ کیا۔اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پدرم سلطان بود" والی سائیکی ہی کا عطیہ کہیے یا المیہ، مسلمان اہل قلم صرف تاریخ سلطنت ہی لکھتے رہے حالانکہ دوسری طرف وہ یہ بھی دعوی کرتے رہے کہ اسلام ہر دور، ہر حال اور ہر قوم کے مسائل کا سب سے تشفی بخش حل پیش کرتا ہے۔ان کا دعوی سچا ہے لیکن ان کی ترجمانی ناقص ہے۔وہ ان حالات واحوال کا تجزیہ کرنے سے قاصر رہے جن کے سبب حکمرانی ملتی ہے اور ان عناصر و عوامل سے غافل رہے جن سے وہ چھن جاتی ہے اور عملی طور سے وہ محکوم اسلام یا مغلوب مسلمانوں کے لیے کوئی لائحہ عمل نہیں پیش کر سکے۔"[iv]

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کی رائے کے مطابق، سابقہ ادوار میں مسلمان اہل علم کی کوتاہی یہ بھی رہی ہے کہ انہوں نے ان اسباب وعوامل کا تجزیہ نہیں کیا جن کے سبب، کسی قوم کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور جن سے تہی دست ہونے سے وہ غلبہ چھن جاتا ہے۔

مکی سیرت نبوی ﷺ، مسلمان اقلیتوں کے مسائل اور حل:

تکثیری معاشرے میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے سیرت نبوی ﷺ کے مکی دورِ حیات میں ایک واضح لائحہ عمل اور کامل دستور موجود ہے۔لیکن سیرت نگاروں کی توجہ سیرت نبوی ﷺ کی اس جہت کی قلت کا ہی شکار رہی۔ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"اس حقیقت کا ادراک بھی ذرا کم کم ہے کہ مکی دور، اسلام کا دور مغلوبیت تھا اور مسلمانوں کا زمانہ اقلیت۔ان ابتدائی تیرہ برسوں میں رسول اکرم ﷺ کو جو احکام مکی سورتوں میں دیے گئے ان کا تجزیہ تو بالکل ہی نہیں کیا گیا اور جو کیا گیا وہ تجزیہ ہی نہیں۔واقعات تاریخ نے رسول اکرم ﷺ کی سنت کیسے مرتب کی۔اس کا پتہ بھی نہیں چلتا اور ان کے تجزیے کی روشنی میں اقلیت کی تاریخ، فلسفہ تاریخ، طریق زندگی، منہج عمل اور انداز فکر مرتب کرنے کا ہوش بھی نہیں آیا۔ حالانکہ اس مکی دور اقلیت میں اسلام کے ایک خاص انداز اور مسلمان عالم کی ایک حیثیت کے لیے کامل

دستور موجود ہے۔۔۔۔(مکی عہد حیات کی) روایات و واقعات سب وہی ہیں، لیکن ان کے صحیح تناظر میں رکھنے سے صورت حال یکسر تبدیل ہو جاتی ہے اور اسلام کا اقلیتی کردار سامنے آجاتا ہے"[v]

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کا موقف یہ ہے کہ مکی سیرت نبوی ﷺ ہی تکثیری معاشرے میں مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل ہے۔اس لیے آپ نے اس دور کی سیرت کو اس لحاظ سے پیش کیا:

"اس ترتیب واقعات اور تنظیم سیرت نبوی ﷺ سے تمام عالم میں پھیلی ہوئی مسلم اقلیتوں کے لیے ایک آئینہ ایام حاصل ہوتا ہے۔ وہ اس میں اپنی صورت دیکھ کر اپنے خاص احوال و ظروف کے مطابق سیرت نبوی ﷺ سے ہدایت حاصل کر کے زندگی کا اسلامی طریقہ اپنا سکتے ہیں اور بطور اقلیت اپنا ملی تشخص قائم و استوار رکھنے کے علاوہ یہ بھی نصیحت پاسکتے ہیں کہ کس طرح اقلیت سے اکثریت میں اور کیونکر محکوموں سے حکمرانوں میں بدل سکتے ہیں۔ مکی اور مدنی ادوار سیرت و اسلام میں یہی حکمت الٰہی مضمر ہے۔"[vi]

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے اسلامی منہج تصنیف، سیرت کے بالعموم اور مکی دور کے بالخصوص تجزیہ کی روشنی میں مسلم اقلیتوں کے مسائل کا جو حل پیش کیا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل نکات میں پیش کیا گیا ہے

- مکہ مکرمہ ایک ایسا کثیر قومی معاشرہ تھا، جس کے تنظیمی ڈھانچے میں قریش کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔
- مکہ میں مسلمان اقلیت نے دعوت و تعلیم دین اور مراکز و مساجد کے ساتھ ساتھ مکی معاشرہ میں موجود حقوق سے فائدہ اٹھا کر ارتقاء اسلام کی منازل طے کیں۔
- مکی دورِ حیات مسلم اقلیت کی سماجی تنظیم و اتحاد اور اکثریت کے ساتھ اشتراک کے حوالے سے کامل دستور کی حیثیت رکھتا ہے، جس سے امت کی تشکیل و تعمیر کا نیا سفر شروع ہوتا ہے۔
- مکی نظام مدافعت و حق تحفظ سے مسلم اقلیت کے استفادہ میں تکثیری معاشرہ میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے مدافعت و تحفظ حق کے لیے واضح اسوہ کی ترغیب موجود ہے۔
- مکی سیرت نبوی میں دفاعی معاہدے اور ہجرت، مسلم اقلیتوں کے لیے ایک راہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔
- اسلامی ریاست کے قیام کے بعد اقلیتوں اور اسلامی ریاست کے تعلقات و تعاون، عہد حاضر میں اسلامی ریاست کے لیے ایک مثال ہے۔
- مکہ اور حبشہ کے تعلقات اور تاریخ نے اشاعتِ اسلام پر دوررِس نتائج مرتب کیے۔

مسلم اقلیتوں کے لیے مکی زندگی، عصر حاضر میں دینی، دعوتی، سیاسی، سماجی، علمی تعلیمی، اقتصادی، انفرادی تشخص، سماجی روابط اور پرامن بقاء باہم میں ایک اسوہ کامل کی حیثیت رکھتی ہے۔

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کی آراء کا تجزیہ

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کی آراء کا تجزیہ پیش کرنے سے قبل ضروری، جدید علم عمرانیات میں تکثیری سماج کے نظریات پر نظر ڈال لی جائے اوراس سلسلے میں اسلام کے موقف سے بھی شناسائی ہو جائے۔

جدید عمرانیات اور تکثیری سماج کے نظریات

جدید عمرانیات (Sociology) میں، تکثیری سماجوں کے تعلق سے دو طرح کے نظریے پائے جاتے ہیں۔ ایک خیال وہ ہے جسے گدازدان کا نظریہ (Malting Pot Theory) کہا جاتا ہے۔ اس میں سماج کو دھاتوں کو پگھلانے والے برتن یا شربت کے ایک جار سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ جس میں مختلف اشیاء پگھل کر ایک بن جاتی ہیں۔ ان میں سے ہر شے کا جداگانہ رنگ و مزہ ختم ہو جاتا ہے اور ان سب کے امتزاج سے ایک نیا رنگ اور نیا مزہ پیدا ہو تا ہے۔[vii]

دوسرا نظریہ وہ ہے جسے سلاد بول تکثیریت (Salad Bowl Pluralism) نظریہ کہا جاتا ہے، اس میں سماج کو سلاد کی ایسی پلیٹ سے تشبیہ دی جاتی ہے جس میں مختلف اشیاء شامل ہیں لیکن ہر ایک کا اپنا جداگانہ رنگ و مزہ برقرار ہے، اور سلاد کا حصہ بننے کے نتیجہ میں کسی کی بھی شناخت ختم نہیں ہوتی۔ ہر اکائی اپنے تشخص اور علیٰحدہ شناخت کے ساتھ ایک وسیع تر اجتماعیت کا حصہ بنتی ہے۔[viii]

تکثیری سماج کے نظریات اور اسلام کا موقف

اسلام نے تکثیری سماج کے معاملہ میں دین کے بنیادی اصولوں، احکام، رہن سہن، بود وباش اور زبان وغیرہ امور کے درمیان فرق کیا ہے۔ اس سلسلے میں رہن سہن اور طور طریقوں کا جو تنوع ہے اس معاملہ میں اسلام، سلاد بول تکثیریت (Salad Bowl Pluralism) کا قائل ہے اور اسے تحسین کی نگاہ سے بھی دیکھتا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ یہ تنوع باقی رہے اور سماج میں رنگارنگی موجود رہے۔ اس لیے کہ اس تنوع کے انسانوں کو فائدے ہیں اور یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے، اس پر متعدد اسلامی نصوص موجود ہیں، ان میں سے نمونہ کے طور پر چند ایک درج ذیل ہیں:

وَمِنَ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ[ix]

(اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش، اور تمھاری زبانوں اور تمھارے رنگوں کا اختلاف ہے۔)

اسی طرح کا مفہوم درج ذیل آیت میں بھی پیش کیا گیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ[x]

اے لوگو، ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور شعوب بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

اس آیت کریمہ میں قبیلوں اور شعوب کے تذکرہ کا مقصد تعارف اور شناخت بتایا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ان شناختوں کا وجود اسلام کے نزدیک ناپسندیدہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک اہم تمدنی ضرورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی عرب کی قبائلی شناختوں کو برقرار رکھا، البتہ ان شناختوں کی بنیاد پر تفریق اور اور برتری کے نظریات کو ختم کیا۔

اسلام جدید عمرانیات کے پہلے نظریہ "گدزدان کے نظریہ"(Melting Pot) کو انسانی معاشرہ کے لئے پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ اسلام ہر مذہب کے ماننے والے کو آزادی دیتا ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرُ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انفِصَامَ لَهَا وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ امَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمتِ إِلَى النُّور [xi]

دین کے معاملے میں کوئی ززور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کرکے اللہ پر ایمان لے آیا، اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ جس کا سہارا اس نے لیا ہے وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں، ان کا حامی و مددگار اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُر [xii]

صاف کہہ دو کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے، اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔

اس طرح، اسلام میں مذاہب کے معاملہ میں ہر مذہب کے ماننے والے کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنی جداگانہ دینی شناخت باقی رکھ سکیں۔ غیر مسلموں کے تعلق سے یہ قاعدہ کلیہ مقرر فرمادیا گیا۔

فهم احرار في شهاداتهم ومناكحاتهم ومواريثهم و جميع احكامهم [xiii]

وہ آزاد ہیں اپنے شادی بیاہ کے معاملات میں، گواہیوں وغیرہ کے قانون میں، وراثت کے قانون اور ان سے متعلق قوانین میں۔

علامہ شبلی نعمانی نے حضرت عمرؓ کے بعض ان معاہدات کی عبارتیں نقل کی ہیں جو انھوں نے غیر مسلم رعایا کے ساتھ کیے تھے۔ مثلاً حذیفہ بن الیمانؓ نے ماہ دینار والوں کو جو تحریری ضمانت دی تھی اس کے الفاظ یہ ہیں: لا يغيرون عن ملة ولا يحال بينهم و بين شرائعهم [xiv] (ان کا مذہب نہ بدلا جائے گا اور ان کے ان امور میں جن کا تعلق ان کی شریعتوں سے ہے، کوئی دخل اندازی نہیں کی جائے گی۔) جرجان کی فتح کے وقت جو معاہدہ کیا گیا تھا اس میں یہ الفاظ بھی تھے: لهم الأمان على انفسهم وأموالهم وشرائعهم لا يغير بشيء من ذالك [xv] (ان کے لیے امان ہے، ان کی جانوں کے لیے، ان کے اموال کے لیے اور ان کی شریعتوں کے لیے اوراس میں سے کسی شے میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا۔)

اسلام کے نہ ماننے والوں کو دی گئی یہ مذہبی آزادی، اسلام کا صرف ایک اصول نہیں ہے، بلکہ اسلامی فکر اساسیات میں شامل ہے۔ یہ

آزادی اللہ کی مشیت کا حصہ ہے، اس لیے کہ اس اسلام کے نہ ماننے آزادی سے اللہ تعالی انسانوں کو آزماتا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ [xvi]

بے شک تیرا رب اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بنا سکتا تھا، مگر اب تو وہ مختلف طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے اور بے راہ رویوں سے صرف وہ لوگ بچیں گے جن پر تیرے رب کی رحمت ہے۔ اسی آزادی انتخاب و اختیار کے لیے ہی تو اس نے انھیں پیدا کیا تھا۔

دین کے معاملہ میں جبر نہ صرف اسلام کو پسند نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی مشیت اور اس کی اسکیم میں خلل اندازی ہے۔ لیکن اس رواداری کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام دین کے معاملہ میں اس رنگارنگی کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ مذہبی رنگارنگی سماج میں باقی رہے۔ اسلام مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو آزادی ضرور دیتا ہے، لیکن اس کا مطلوب اور اس کی تمنا یہ نہیں ہے کہ سماج میں تہذیبی رنگارنگی کی طرح مذہبی رنگارنگی بھی جوں کی توں باقی رہے۔ دین کا معاملہ اسلام کے نزدیک سچائی کا معاملہ ہے۔ اس سچائی کو قبول کرنے یا نہ کرنے کی آزادی انسان کو حاصل ہے، لیکن اسلام کی عین آرزو یہ ہے کہ لوگ اس سچائی کو قبول کریں۔

اسلام چاہتا ہے کہ مذاہب کے ماننے والوں سے پرامن مکالمات کا سلسلہ چلتا رہے۔ حق کی تلاش کے لیے لوگوں کو آمادہ کیا جائے، ان پر حق واضح کیا جائے اور لوگ بغیر کسی جبر واکراہ کے اپنی آمادگی اور خوشی سے دین حق کی طرف مائل ہوں۔

غیر مسلموں پر حق کو واضح کرنے کی اس کوشش کے سلسلہ میں بھی اسلام نے اس بات کو ضروری قرار دیا ہے کہ نہ صرف ان میں جبر واکراہ کا کوئی پہلو موجود نہ ہو، بلکہ یہ مباحثے شائستگی سے متصف ہوں اور ان میں غیر مسلموں کے جذبات کا خیال رکھا جائے جیسا کہ نصوص شرعیہ میں ہے:

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَٰبِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ [xvii]

اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر احسن طریقہ سے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدواً بِغَيْرِ عِلم [xviii]

اے ایمان لانے والو، یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں، انھیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کا غیر مسلموں سے رشتہ پرامن بقائے باہم کے ساتھ صحت مند مذاکرات کی بنیاد پر استوار رہا ہے۔ مسلمانوں نے غیر مسلموں سے اچھی اور قابل قبول چیزیں بغیر کسی تعصب کے قبول کیں۔ ان کے مذاہب کو جانا اور سمجھا اور ان سے مکالمہ اور مذاکرات کا تعلق قائم رکھا۔ اس طرح اسلام جو تکثیری سماج چاہتا ہے، اس کی خصوصیات یہ ہوں گی:

1۔ اہل اسلام کو اسلام پر عمل کرنے اور اپنی اسلامی شناخت کو برقرار رکھنے کی پوری آزادی۔

2۔ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو بھی اپنی مذہبی شناخت برقرار رکھنے کی پوری آزادی۔

3۔ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان صحت مند مذاکرات، اور قبول حق کی آزادی۔

Recognized by HEC in Y-Category
ONLINE - ISSN- 3006-595X
PRINT - ISSN- 3006-5941

امت مسلمہ کا مطلوب کردار

اس تکثیری سماج میں اسلام اپنے ماننے والوں کو اسلام کا نمائندہ بناتا ہے اور انھیں یہ مشن دیتا ہے کہ وہ معاشرہ پر اثر انداز ہوں۔ لوگوں کو اپنی پسند کے مطابق دین اور مذہب اختیار کرنے کی پوری آزادی ہو، لیکن مسلمان اپنے قول، اخلاق، عملی دیانت اوراپنے مثبت رویوں سے ایسی صورت حال پیدا کریں کہ لوگ اپنی آزادی کا استعمال اپنی رضامندی و خوشی سے حق کو قبول کرنے کے لیے کریں۔ اسلام کی اس نمائندگی کا کام ہی امت کا اصل مشن ہے۔ اسی مشن کو ہم شہادت حق، اقامت دین وغیرہ ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ اقامت دین کا یہ کام دو اہم کاموں سے عبارت ہے: اولاً حفاظت دین اور ثانیاً نصرت دین

حفاظتِ دین اور دائرہ کار

تکثیری معاشروں میں دین کے جو کچھ اجزاء موجود ہیں، ان کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ حفاظت دین میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مسلمانوں کی مسجدیں محفوظ رہیں، ان کے قوانین کے جو کچھ اجزاء تکثیری معاشرہ میں قبول کر لیے گئے ہیں، وہ محفوظ رہیں۔ دین پر چلنے، دین کی تعلیم، تبلیغ اور دین کو قبول کرنے کی آزادی بر قرار رہے۔ اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ دین کے حاملین یعنی مسلمانوں کی حفاظت ہو، ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہو اور یہ بھی کہ وہ قوانین جو دین کے مقاصد، مزاج اور اخلاقی تصورات سے قریب تر ہیں، ان کی حفاظت ہو۔

نصرت دین اور دائرہ کار

نصرت دین کا مفہوم یہ ہے کہ اجتماعی زندگی میں دین کے جو اجزاء قائم نہیں ہو سکے، ان کو قائم کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ تکثیری سماج میں اس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے تین محاذوں پر کام ضروری ہے:

1۔ اسلام کے حق میں مکالمہ اور دعوت (غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت)

2۔ اسلام کی عملی شہادت

3۔ مسلمانوں کی اصلاح اور اہل اسلام کی قوت میں اضافہ

تکثیری سماجوں میں تحریک کی حکمت عملی کا اہم ترین جزو، دعوت کا کام ہے۔ مسلمان کی اصل حیثیت داعی ہی کی ہے اور ایک ایسے ملک میں جہاں اکثریت اسلام پر یقین نہیں رکھتی، مسلمان دعوت کے کام سے بالکل غافل نہیں ہو سکتا، بلکہ بعض اہل علم کے نزدیک تو تکثیری سماجوں کی طرف مسلمانوں کی مہاجرت اسی وقت جائز ہو سکتی ہے جب وہ دعوت کو اپنا مشن بنائیں جیسا کہ خرم مراد[xix]، علامہ ابن باز[xx] اور علامہ تقی عثمانی[xxi] جیسے مشاہیر علم نے اس رائے کا اظہار کیا ہے۔

مسلمانوں کی اصلاح اور ان کی طاقت میں اضافہ کا کام مسلمانوں سے متعلق ہے۔ مسلمان تکثیری سماج میں اسلام کی علامت ہوتے ہیں۔ اپنے بگاڑ اور خرابیوں کے باوجود، اسلام کی طاقت مسلمانوں سے ہی متعلق ہوتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کی سماجی کمزوری اسلام کو بھی کمزور کرتی ہے۔ مسلمانوں میں اصلاح کا بنیادی کام بھی کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی قوت میں اضافہ کا کام بھی کرنا ہے، تاکہ اسلام کی قوت

بڑھے اور اسلام زیادہ بہتر طور پر سوسائٹی پر اثر انداز ہو سکے۔

فقہ الاقلیت کی تدوین اور ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کی رائے کا تجزیہ

تکثیری سماج میں مسلمان اکثریت میں بھی ہو سکتے ہیں اور اقلیت میں بھی ہو سکتے ہیں۔ مسلمان غالب بھی ہو سکتے ہیں اور مغلوب بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کی عملی زندگی کے لئے، فقہی حیثیت جداگانہ ہو گی کہ جیسا کہ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کی رائے ہے کہ "قرون حاکمیت میں جو نہج، بنیاد، طریقہ اور فکری و تحریری انداز استوار ہو گیا تھا اسی پر بعد کی تمام کتابیں لکھی جاتی رہیں حتیٰ کہ فقہ اور تاریخ میں بھی اسلامی ریاست کے انداز حکمرانی کی حاکمیت قائم رہی اور کسی کو بھی فقہ اقلیت مرتب کرنے کی توفیق ہوئی اور نہ تاریخ مغلوبیت رقم کرنے کی ہمت پڑی۔"[xxii]

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی صاحب کی یہ بات محل نظر ہے کہ مسلمانوں کے اقلیت میں ہونے کی صورت میں فقہ اقلیت مرتب نہیں کی گئی۔ اگر صدر اسلام میں عہد مکی اور ہجرت کے ابتدائی تین سالوں کا تاریخی اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات تاریخی اعتبار سے واضح ہوتی ہے کہ مسلمان ان سنین میں اقلیت میں ہی تھے۔ لیکن جو چیز ان دونوں ادوار میں حدفاصل ہے وہ قوت نافذہ ہے۔ مکہ میں اقلیت میں ہونے کے باوجود، مسلمانوں کو قوت نافذہ حاصل نہیں تھی۔ جبکہ ہجرت کے بعد ابتدائی سالوں میں مدینہ منورہ میں اقلیت میں ہونے کے باوجود، اہل اسلام کو ایک قوت تسلیم کیا گیا اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو قوتِ نافذہ حاصل تھی۔ اہل اسلام نے اسی قوتِ نافذہ کو استعمال کرتے ہوئے، مدینہ میں اسلامی ریاست کی آبیاری کی۔[xxiii]

اسلام میں فقہی حیثیت تو یکساں ہی رہے گی خواہ مسلمان غالب ہوں یا مغلوب، اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں ہوں۔ اسلام کی فقہی حیثیت کو مسلمانوں کے اکثریت یا اقلیت میں ہونے کی بناء پر تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ نصوص اسلام میں جس چیز کے حصول کی طرف دعوت دی گئی ہے وہ قوتِ نافذ ہے۔ اب جس معاشرے میں اہل اسلام کے پاس قوت نافذہ حاصل نہیں تو انہیں حکم ہے کہ وہ قوتِ نافذہ کے حصول کے لئے جدوجہد کریں اور اس کے حصول کے لئے اپنی تیاری رکھیں۔ جب یہ قوتِ نافذ حاصل ہو جائے تو پھر اس کے ذریعے سے معاشرے / زمین کے اس حصے پر قوتِ نافذہ کو استعمال کرتے ہوئے اللہ کریم کی حاکمیت اعلیٰ کو قائم کریں۔

خلاصہ بحث:

رسول اللہ ﷺ نے بھی بحیثیت مصلح، عرب معاشرہ کی فکری، اعتقادی اور عملی اصلاح کو اپنی دعوت و تبلیغ کا مرکز بناتے ہوئے اسے ایک ماڈل معاشرہ کے طور پر پیش کیا۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے معاشرت نبوی ﷺ کو اپنی نگارشات سیرت کا خاص موضوع بنایا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آج کے دور میں نبوی معاشرت و معیشت کو عملی شکل میں دیکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس مقالہ میں ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی کی آراء کا تحقیقاتی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی صاحب کی رائے ہے کہ صدر اسلام سے تاریخی ارتقاءات اور انقلابات کی بنا پر اسلام کو ایک حکمران مذہب اور غالب نظام حیات بنا کر پیش کیا گیا۔ اس دور عروج وزمانہ حکمرانی میں اسلام کے تمام علوم وفنون کی نشوونما، ترقی اور تدوین ہوئی۔ ان میں احکام ومسائل سے جو بحث کی گئی وہ سب کے سب مسلمانوں کے حکمراں وغالب نظام فکر کے تناظر میں کی گئی۔
- ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی کی رائے ہے کہ مسلمان اہل دانش نے عالمی سطح پر اپنے عروج کے زمانے میں، مسلمان اقلیت کے لئے فقہی احکام کی تدوین وترتیب حاکمانہ طرز پر ہی کی، جس کے باعث تکثیری معاشرے میں مسلمان اقلیت کے پاس کوئی واضح لائحہ عمل اور عملی منشور نہ تھا کہ جس کے مطابق وہ ایک مذہبی وسماجی زندگی بسر کرسکے۔
- اسلام نے تکثیری سماج کے معاملہ میں دین کے بنیادی اصولوں، احکام، رہن سہن، بود وباش اور زبان وغیرہ امور کے درمیان فرق کیا ہے۔ اس معاملہ میں اسلام، سلاد بول تکثیریت(Salad Bowl Pluralism)کا قائل ہے اور اسے تحسین کی نگاہ سے بھی دیکھتا ہے۔ اسلام چاہتاہے کہ یہ تنوع باقی رہے اور سماج میں رنگارنگی موجود رہے۔
- اسلام میں مذاہب کے معاملہ میں ہر مذہب کے ماننے والے کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنی جداگانہ دینی شناخت باقی رکھ سکیں۔
- مذاہب کے ماننے والوں سے پرامن مکالمات کا سلسلہ چلتا رہے۔ حق کی تلاش کے لیے لوگوں کو آمادہ کیا جائے، ان پر حق واضح کیا جائے اور لوگ بغیر کسی جبر واکراہ کے اپنی آمادگی اور خوشی سے دین حق کی طرف مائل ہوں۔
- نصوص اسلام میں جس چیز کے حصول کی طرف دعوت دی گئی ہے وہ قوتِ نافذہ ہے۔ اب جس معاشرے میں اہل اسلام کے پاس قوت نافذہ حاصل نہیں توانہیں حکم ہے کہ وہ قوتِ نافذہ کے حصول کے لئے جدوجہد کریں اوراس کے حصول کے لئے اپنی تیاری رکھیں۔ جب یہ قوتِ نافذ حاصل ہوجائے توپھر اس کے ذریعے سے معاشرے / زمین کے اس حصے پر قوتِ نافذہ کواستعمال کرتے ہوئے اللہ کریم کی حاکمیت اعلیٰ کو قائم کریں۔

حوالہ جات

[i] ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)، مقالہ: ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی ندوی ایک مایہ ناز عالم ومحقق، مشمولہ: سہ ماہی مطالعات، (نئ دہلی: انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹو اسٹڈیز، اکتوبر2020-مارچ2021ء)، ص:25

[ii] ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی، مکی اسوہ نبوی: مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئ دہلی، 2005ء، ص viii-vii

[iii] ایضاً، ص ix

[iv] ایضاً، ص ix

[v] ایضاً، ص x

[vi] ایضاً، ص xi

[vii]Encyclopedia Britannica; chapter on Multiculturalism; at:

https://www.britannica.com/topic/multiculturalism; retrieved on 6-12-2017

[viii] Philip Q. Yang; Ethnic Studies, Issues and Approaches: State University of NewYork Press; New York; 2000; page 87

[ix]سورۃالروم، آیت:22

[x]سورۃالحجرات، آیت:13

[xi]سورۃالعنکبوت، آیت:46

[xii]سورۃالکھف:29

[xiii]ابن زنجویہ، کتاب الاموال، دار النشر مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیۃ، ریاض، رقم الحدیث:447

http://ibrary.islamweb.net/hadith/display_hbook.php?bk_no=134&pid=29204&hid=447, retrieved on 6-12-2017

[xiv]شبلی نعمانی، الفاروق، دار الاشاعت مصطفائی، دہلی، صفحہ:267

[xv]شبلی نعمانی، الفاروق، صفحہ:267

[xvi]سورہ ہود، آیت:119

[xvii]سورۃالبقرہ:256

[xviii]سورۃالانعام، آیت:108

[xix]Khurram Murad, Dawah Among Non Muslims in West, Islamic, Foundation, Leicester; 2007

[xx]عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز و دیگر، فتاویٰ دار الافتاء سعودی عرب جلد دوم، دار السلام پبلشرز، ریاض، صفحہ:74,75

[xxi]مفتی تقی عثمانی، فقہی مقالات، جلد اول، میمن اسلامک پبلشرز، کراچی، 2011، صفحہ 233 تا 237

[xxii]ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی، مکی اسوہ نبوی: مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل، ص ix

[xxiii]ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی، رسول اکرم ﷺ اور شہری منصوبہ بندی، (کراچی: مجلۃ الحمد، شمارہ 3، ربیع الاول 1437ھ / جنوری 2016ء) ص 150